

خطابت نبوی اور قبل از اسلام فن خطابت (ایک تحقیقی جائزہ)

احمد سعید*

ڈاکٹر سید انظوار حیدر نقوی**

ABSTRACT

Oratory (خطابت) has been of much importance in human history. In pre Islamic period, a speaker had a very important place in Arab society. Speaker used to address on many different occasions i.e war, death and marriage etc. but there were many faults in their speeches and speech methods. When Hazrat Muhammad (SWA) who is last prophet of Allah announced his prophethood, Allah bestowed him with many qualities; one of them is oratory or eloquence. Muhaddiseen have narrated more than six hundred speeches of Hazrat Muhammad (SWA) in their books. The art of oration of Hazrat Muhammad (SWA) and art of oration in pre Islamic period will be discussed in this article. Currently different Muslim speakers deliver speeches in different ways which are not according to Sunnah of Hazrat Muhammad, (SWA) Due to this practice they are criticised by the masses. This article will help them to adopt the qualities of the oratory of Hazrat Muhammad (SWA).

Keywords: خطابت، دور جاہلیت، قبائل، عرب، لحن، شیریں بیان، جامعیت کلام

* ریسرچ سکالرا ایم فل علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد
** اسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ دی یونیورسٹی آف فیصل آباد

قبل از اسلام خطابت:

قبل از اسلام دور جسے عہد جاہلیت بھی کہا جاتا ہے میں فن خطابت کو بہت اہمیت حاصل تھی اور اسی بنا پر خطیب کو اعلیٰ مقام حاصل تھا اس لیے کہ خطابت ایک اعلیٰ قسم کا تکلم ہے۔ عرب کے بادیہ نشین قبائل جو عموماً میّ ہوتے اور کسی قاعدے اور قانون کے پابند نہ ہوتے اور نہ کسی منظم حکومت کا اُن پر ضبط ہوتا اور نہ وہ ایک بادشاہ کے زیر نگیں جمع ہوتے، اس لیے وہ مجبور تھے کہ قلم کی بجائے زبان سے کام لیں۔ بایں وجہ فن خطابت ان کے ہاں بہت اہمیت کا حامل رہا۔ جیسے ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوتا ویسے ہی ہر قبیلے کا ایک خطیب بھی ہوتا۔ چنانچہ ایک معروف مصری ادیب شیخ احمد الاسکندری نے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں خطابت کے جن طبعی اسباب کا ذکر کیا ہے اُن میں سے چند یہ ہیں:

1۔ اہل عرب چونکہ عموماً ناخواندہ تھے اس لیے مجبور تھے کہ آلہ کتابت قلم کے عوض زبان سے کام لیں جو آلہ گفتار ہے۔

2۔ چونکہ وہ لوگ مستقل قبیلوں، چھوٹے چھوٹے خاندانوں اور جنگجو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اس لیے ان کی ہر جماعت اور گروہ کے لیے یہ بالکل آسان تھا کہ ایک مقام پر جمع ہو کر خطیب کی بات کو سُن لیں۔

3۔ ان لوگوں میں میل ملاپ کے منظم ذرائع موجود نہ تھے اور ڈاک وغیرہ کا انتظام بھی نہ تھا اس لیے اُنہیں ایسے پیغام رساں کی اشد ضرورت تھی جو ممتاز اور نامور ہو، فصیح اللسان اور قوی دلائل پیش کر سکتا ہو۔⁽¹⁾ خطیب کی اس معاشرتی اہمیت کے پیش نظر ایک خطیب کی فخر و مباہات، تہنیت و تعزیت اور کسی غیر معمولی شخصیت کے لیے استقبالی خطبات پڑھنے کی خدمات لی جاتیں۔

اس سلسلہ میں جناب ابوطالب کا وہ خطبہ معروف ہے جو انہوں نے آنحضور ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے نکاح کے موقع پر دیا تھا:

"الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّيَةِ اِبْرَاهِيْمَ ، وَ زَرْعِ اِسْمَاعِيْلَ ،
وَ ضِئْضِئِ مَعَدٍّ ، وَ عُنْصُرِ مُضَرَ ، وَ جَعَلَنَا حَضَنَةَ بَيْتِهِ ، وَ سَوَّاسَ حَرَمِهِ ،

1۔ شیخ احمد الاسکندری، الوسيط في الادب العربي و تاريخه، ترجمہ پروفیسر عبد القیوم، پنجاب ایڈاواٹری بورڈ فار بکس، محکمہ تعلیم، لاہور، 1957ء، صفحہ 51۔

(شیخ احمد الاسکندری مصر کے ایک معروف ادیب گزرے ہیں جنہوں نے شیخ مصطفیٰ عنانی بک کے ساتھ مل کر عربی ادب کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا مکمل نام 'الوسيط في الادب العربي و تاريخه' ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ پروفیسر عبد القیوم اور مولوی محمد بشیر صدیقی نے کیا ہے اور یہ 1951 میں لاہور سے طبع ہوئی)۔

وَجَعَلَ لَنَا بَيْتًا مَحْجُوجًا وَحَرَمًا أَمْنًا، وَجَعَلْنَا الْحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ إِنَّ
ابْنَ أَخِي هَذَا مُحَمَّدَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَا يُوزَنُ رَجُلٌ
إِلَّا رَجَحَ بِهِ، وَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ قُلًا، فَإِنَّ الْمَالَ ظِلُّ زَائِلٌ، وَأَمْرٌ حَائِلٌ،
وَمُحَمَّدٌ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَنْ قَدْ عَرَفْتُمْ قَرَابَتَهُ وَقَدْ خُطِبَ خَدِيجَةَ
بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَقَدْ بَدَّلَ لَهَا مِنَ الصَّدَاقِ مَا أَجَلَهُ وَعَاجَلَهُ إِثْنَتَا عَشْرَةَ أَوْفِيَةً
ذَهَبًا وَنَشَاءَ وَهُوَ وَاللَّهِ بَعْدَ هَذَا لَهُ نَبَأٌ عَظِيمٌ وَخَطَرٌ جَلِيلٌ⁽¹⁾

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد سے، اسماعیل (علیہ السلام) کی کھیتی سے اور
معد کی نسل سے خضاندہ اور مضر کی اصل سے پیدا فرمایا نیز ہمیں اپنے مقدس گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم
مقرر کیا، ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے نیز ہمیں لوگوں کا
حکمران مقرر فرمایا۔ حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کا دنیا کے جس بڑے سے
بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا اس کا پلڑا بھاری ہو گا۔ اگر یہ مال دار نہیں تو کیا ہوا مال تو ایک ڈھلنے والا
سایہ اور بدل جانے والی چیز ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو اس نے خدیجہ بنت
خوئیلہ (رضی اللہ عنہا) کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ (تقریباً 340 گرام) سونا مقرر کیا ہے۔ اور بخدا مستقبل
میں اس کی شان بہت بلند ہوگی اور اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہوگی۔“

اگرچہ خطابت کا ملکہ بعض لوگوں میں فطری ہوتا ہے لیکن خطیب کی اس معاشرتی اہمیت کے پیش نظر بعض
اہل عرب اپنے بچوں کو بچپن ہی میں اس فن یا اس فن کے لوازمات کی تربیت دیتے اور اعلیٰ خطابت کا ملکہ پیدا
کرنے کی کوشش کرتے۔ خطیب اپنے خطابات میں دل نشیں اسلوب، سحر بیانی، سلیس عبارت، خوش نما الفاظ،
چھوٹے اور ہم وزن مسجع جملے اور ضرب الامثال استعمال کرتے۔ مقرر اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر یا اونٹ پر سوار ہو
کر خطاب کرتا۔ اثنائے خطاب ہاتھ ہلاتا اور مناسب اشاروں سے مفہوم کو واضح کرتا، ہاتھ میں عصا یا نیزہ پکڑتا یا
تلوار کا سہارا لیتا اور ان سے اشارہ کرنا بھی ان کے ہاں رائج تھا۔ مزید یہ کہ شاعر خوش وضع و خوش شکل ہونے کے
ساتھ ساتھ بلند آواز، خوش بیان، دلیر اور بے باک ہوتا۔⁽²⁾

قبل از اسلام یعنی جاہلی دور کے خطباء میں بعض ایسی باتیں بھی تھیں جنہیں اسلام میں مستحسن نہیں سمجھا گیا

1- محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)، مکتبہ ضیاء القرآن، لاہور، 1420ھ، جلد 2، صفحہ 136

2- الوسیط فی الادب العربی، ص: 54

جیسے گلا پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنا اور دوران خطبہ باچھیں کھولنا۔ قدیم ادیب ابو عثمان جاحظ نے لکھا ہے کہ عربوں کے ہاں متعدد خطبہ باچھیں کھولتے اور ہونٹوں کو لٹکانے میں بہت مبالغہ سے کام لیتے تھے۔

عہد جاہلی میں متعدد خطبہ معروف تھے لیکن ان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتویں دادا کعب بن لوی، حرثان بن محرث المعروف ذوالاصبح، قیس بن خارجہ بن سنان، خویلد بن عمرو غطفانی، قس بن ساعدہ ایادی، اکثم بن عیسیٰ صیفی زیادہ معروف تھے اور مؤخر الذکر دو کی خطابت کو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی سنا۔⁽¹⁾

خطابتِ نبوی

اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت اور خطابت کو اکٹھا کیا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا بنیادی فرض دعوت و تبلیغ تھا۔ رسول اکرم ﷺ جس دور میں اس دنیا میں تشریف لائے اُس وقت عربوں کے ہاں خطابت اور شاعری کو بہت اہم مقام حاصل تھا، ادب کے ان دونوں شعبہ میں فصاحت و بلاغت کو بہت حد تک پیش نظر رکھا جاتا۔ اس دور کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو قرآن مجید کی صورت میں عظیم معجزہ عطا فرمایا اور اسی بنیاد پر آپ کو فصاحت و بلاغت کے اوصاف سے بھی نوازا گیا۔ فصاحت و بلاغت کی بنا پر آپ ﷺ کا فن خطابت بھی کمال کا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے عربوں میں خطابت میں رائج معائب کی بھی نشاندہی فرمائی۔ محمد خلیل الخطیب نے 'خطب المصطفیٰ ﷺ' کے عنوان سے ایک کتاب مدون کی جس میں آپ کے 558 خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔⁽²⁾

آپ ﷺ کی خطابت کی خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- عالم ہونا

خطیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کا علم وسیع ہو اس لیے کہ علم کی وسعت سے خطیب میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور اس طرح خطبہ میں بیان کردہ معلومات پر لوگ یقین بھی کریں گے جبکہ کم علم خطیب اپنے خطاب میں متعدد غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی خطابت میں یہ حسن درجہ کمال کا تھا، جب خطابت کا کمال علم سے ہے تو آپ کا علم میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ تفسیر خازن میں سورۃ آل عمران کی آیت 179 کی تفسیر میں یہ

1- الجاحظ، ابو عثمان عمرو بن بحر، البیان و التبيين، (باب ذکر اسماء الخطباء)، دار الكتب العلمية،

بيروت، 2009ء، جلد 1، ص 16، 208-

شيخ الا حمد الاسكندري، الوسيط في الادب العربي، ص: 54، 55-

2- محمد خليل الخطيب، خطب المصطفى ﷺ، دار الاعتصام، مقام وناشرنا معلوم، سن اشاعت: 1954ء-

روایت نقل کی گئی ہے کہ:

”ایک بار چند منافقین نے آپ ﷺ کے علم کے بارے میں کئی طرح کی باتیں کیں۔ جب آپ ﷺ کو اس بارے میں علم ہوا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا نَبَأْتُكُمْ بِهِ⁽¹⁾

”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں لہذا اس وقت سے قیامت تک جو بھی خبریں ہیں کسی چیز کے بارے تم مجھ سے پوچھو تو میں اس کی خبر دوں گا۔ یہ سن کر عبد اللہ بن حذافہ السہمی کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حذافہ۔“

جامع الترمذی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا:

أَنَا فِي اللَّيْلَةِ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ- قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ فِي

الْمَنَامِ ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قَالَ :

قُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ ،

أَوْ قَالَ: فِي نَحْرِي ، فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ⁽²⁾

”آج رات تیرا رب تبارک و تعالیٰ بہت حسین صورت میں آیا اور میں گمان کرتا ہوں کہ میں خواب میں ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس معاملے میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے کانڈھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک پائی، یا فرمایا: میرے سینے میں رکھا، تو اس کے باعث میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا معلوم کر لیا۔“

علم کی یہ کیفیت کسی دوسرے انسان کے لیے تو ناممکن ہے لیکن پھر بھی خطیب کے لیے ضروری ہے کہ جس موضوع پر کوئی خطبہ دینا ہو تو اسے اس موضوع سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات ہوں۔

1- خازن، امام علاؤ الدین علی بن محمد ابراہیم، تفسیر لباب التاویل فی معالم التنزیل المعروف بتفسیر خازن، دار المعرفۃ، بیروت، (س۔ن) جلد 1، صفحہ 308

2- ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، دار السلام، ریاض، 1999ء، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورۃ ص، رقم الحدیث: 3233

2- عدم لحن

عدم لحن یعنی الفاظ کی مخارج کے لحاظ سے درست ادا نیگی کرنا اور اس ادا نیگی میں کسی قسم کا عیب نہ ہونا ہے آپ ﷺ کی خطابت کی بڑی خصوصیت تھی۔ ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کو فصیح و بلیغ نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا يَمْنَعُنِي وَإِنَّمَا أُنْزِلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِي لِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ" ⁽¹⁾

”میری فصاحت میں کیا شے مانع ہو سکتی ہے؟ قرآن حکیم میری زبان میں نازل ہوا جو عربی مبین میں ہے۔“
مجمع طبرانی میں ہے کہ آپ ﷺ سے ایک اور مرتبہ کسی شخص نے ایسا ہی سوال کیا جس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَنَا عَرَبُ الْعَرَبِ، وَلِدْتُ فِي قُرَيْشٍ، نَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدٍ فَأَنِّي يَا تَبْنِي

الْلَحْنُ" ⁽²⁾

”میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ میں قریش میں پیدا ہوا اور بنی سعد میں میری پرورش ہوئی لہذا میرے کلام میں لحن کہاں سے آئے یعنی میری فصاحت و بلاغت میں نقص کہاں سے آئے۔“
آپ ﷺ نے اپنی خطابت کے کمال کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

"أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي" ⁽³⁾

”میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے اور میری خوب تربیت کی ہے۔“
ان ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی خطابت کا حسن اور اس میں کسی بھی قسم کا عیب نہ ہونا آپ ﷺ کی عمدگی زبان اور اعلیٰ تربیت کی بنا پر تھا۔

3- متعدد زبانوں پر عبور

رسول اکرم ﷺ کی اصل زبان عربی تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ متعدد قبائل کی زبانوں میں کلام

1- عیاض ماکی قاضی، الشفاء فی تعریف حقوق المصطفى ﷺ، فاروقی کتب خانہ، ملتان (ت-ن)، جلد 1، صفحہ 47

2- طبرانی امام ابو القاسم سلیمان بن احمد، مجمع الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2009ء، جلد 6، صفحہ 32۔

3- خفاجی شہاب الدین امام، نسیم الریاض، دار الکتب العلمیہ، بیروت، جلد 1، صفحہ 427۔

کر سکتے تھے۔ یہ آپ ﷺ ہی کی خصوصیت اور آپ ﷺ کے فن خطابت کا حسن تھا۔ حضرت عطیہ بن سعد السعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ بنی جشم بن سعد کا ایک وفد آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔ وفد کے لوگ مجھے سامان کے پاس چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ کی خدمت میں اپنی چند حاجات پیش کیں۔ اس دوران آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کے وفد میں کوئی اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! ایک بچہ ہے جسے ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اُسے بھی بلا لیا جائے۔ پھر میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ ﷺ نے ہمارے قبیلہ کی زبان میں اس طرح فرمایا:

مَا أَنْطَاكَ اللَّهُ فَلَا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا، فَإِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْطِئَةُ، وَإِنَّ الْيَدَ

السُّفْلَى هِيَ الْمُنْطَاةُ، وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسْئُورُ وَالْمُنْطِئُ، فَكَلَّمَنِي رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلُغَتِنَا ⁽¹⁾

”اگر اللہ تعالیٰ تجھے بے نیاز کر دے تو تو لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگتا کیونکہ اوپر والا ہاتھ عطا کرنے والا ہوتا ہے اور نچلا ہاتھ عطیہ لینے والا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری لغت میں ہم سے کلام فرمایا۔“

آپ ﷺ نے نہ صرف دیگر زبانوں کے عالم تھے بلکہ ان زبانوں کے حروف کی ادائیگی بھی درست طریقے سے ادا فرماتے تھے۔ مختلف زبانوں میں حروف کے اختلاف کے بارے میں اصمعی کا قول ہے کہ رومی زبان میں ’سین‘ کا زیادہ استعمال ہوتا ہے اور ’ضاد‘ کا استعمال نہیں ہوتا، اسی طرح فارسی میں ’ثا‘ کا اور سریانی میں ’ذال‘ کا استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو ایسی کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ ⁽²⁾

”اور ہم نے تمام رسولوں کو بھی ان ہی کی قومی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ اُن سے (احکام الہیہ) کو بیان کریں۔“

4- شیریں زبان

خطابت انسان کے کلام سے مترکب ہوتی ہے جس انسان کی عام حالات میں کلام میں شیرینی ہو تو اس کی

1- طبرانی کبیر، رقم الحدیث: 442، جلد 17، صفحہ 121

2- ابراہیم: 4-

خطابت میں بھی وہی چاشنی ہوتی ہے، حالانکہ آپ ﷺ اپنے خطابات میں ترنم استعمال نہیں فرماتے تھے۔ کلام کی شیرینی کی وجہ سے سامع دوران سماعت ہمہ تن گوش ہو جاتا اور توجہ سے آپ کے کلام کو سنتا۔ سفر ہجرت میں قدید کے علاقے سے جب آنحضور ﷺ گزرے تو آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک خاتون ام معبد عاتکہ بنت خالد کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور اس سے کھانے کے لیے کچھ اشیاء کے بارے پوچھا، جس پر اس نے قحط کی بنا پر معذرت چاہی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے صحن میں ایک کمزور بکری دیکھی جو نقاہت کے باعث دودھ دینے کے قابل نہیں تھی، لیکن آپ ﷺ نے اس سے اس بکری کا دودھ دوہنے کی اجازت چاہی۔ جس کے بعد آپ ﷺ نے اس بکری کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور آپ ﷺ نے دودھ دوھو لیا۔ جسے آپ ﷺ نے خود پیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا اور اس عورت کو بھی ایک برتن میں ڈال کر دیا اور اس کے بعد آپ ﷺ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ام معبد کا شوہر گھر واپس آیا تو اس سے اپنے شوہر کو سارا واقعہ سنایا اور آپ (ﷺ) کے اوصاف ان الفاظ میں بیان کیے:

"رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ حَسَنَ الْخُلُقِ مَلِيحَ الْوَجْهِ لَمْ تَعْبُهُ ثَجَلَةٌ وَلَمْ تُزِرْ بِهِ صَعْلَةٌ فَسِيمٌ وَسِيمٌ فِي عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَفِي أَشْفَارِهِ وَطْفٌ وَفِي صَوْتِهِ صَحْلٌ أَحَوْلٌ- أَكْحَلُ أَزْجٍ- أَقْرَنُ وَفِي عُنُقِهِ سَطْحٌ وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَاثَةٌ إِذَا صَمَمَتْ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ وَإِذَا تَكَلَّمَ سَمًا وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ حُلُوا الْمَنْطِقَ فَصُلْ لَا نَزَرَ وَلَا هَذَرَ" (1)

"میں نے ایک ایسا شخص دیکھا ہے جس کا حسن و جمال نمایاں تھا۔ چہرہ روشن تھا، اخلاق پاکیزہ تھا، خاموشی میں اس کا وقار تھا اور گفتگو میں اس کی آواز گرد و پیش پر چھا جاتی تھی۔ گفتگو ایسی تھی کہ زبان سے موتیوں کی لڑی سلسلہ وار نکلتی چلی آرہی ہو۔ کلام نہایت شیریں اور واضح تھا، نہ کم گو اور نہ کثیر الکلام، دور سے آواز سب سے زیادہ بلند مگر خوش آہنگ محسوس ہوتی اور قریب سے بہت شیریں لطیف تھی۔"

ایسے ہی طفیل بن عمرو الدوسی (رضی اللہ عنہ) کا اسلام قبول کرنا بھی آپ ﷺ کی شیریں کلامی کا نتیجہ تھا جس کا ذکر علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیا ہے کہ بقول طفیل (رضی اللہ عنہ):

"میں جب مکہ آیا تو یہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ شاعر ہیں۔ آپ اپنی قوم کے ایسے سردار ہیں جس کی اطاعت کی جاتی ہے، ہمیں خوف ہے کہ یہاں اس شخص سے ملاقات نہ کر لیں جس کی باتوں میں جادو ہے اس سے بچ کے رہیں۔ اتفاقاً میں بیت اللہ کے پاس سے گزرا تو ایسی ہی ایک خوبصورت آواز سُنی تو خیال آیا کہ یہ اسی شخص کی آواز نہ ہو جس سے لوگوں نے مجھے خبردار کیا۔ میں نے دل میں کہا چلو سنتے ہیں اگر درست بات ہوئی تو تسلیم کر

لیں گے ورنہ واپس آجائیں گے۔ میں جب آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (ﷺ) کا کلام بہت خوبصورت تھا۔ "اِسْتَمَعْتُ لَهُ، فَلَمْ اَسْمَعْ كَلَامًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْ كَلَامٍ يَتَكَلَّمُ بِهِ، قَالَ قُلْتُ فِي نَفْسِي: يَا سُبْحَانَ اللَّهِ مَا سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ لَفْظًا اَحْسَنُ مِنْهُ وَلَا اَجْمَلُ" (1) میں نے ایسا کلام سنا کہ اس جیسا کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا اور میں نے خود سے کہا: سبحان اللہ ان جیسے عمدہ اور خوبصورت الفاظ میرے کانوں میں کبھی نہ گونجے تھے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی حسن صوت کا ذکر حضرت قتادہ کی روایت میں اس طرح بھی کیا گیا جس میں آپ (ﷺ) نے فرمایا:

"مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا قَطُّ إِلَّا بَعَثَهُ حَسَنُ الْوَجْهِ، حُسْنُ الصَّوْتِ، حَتَّى بَعَثَ نَبِيَّكُمْ فَبَعَثَهُ حَسَنُ الْوَجْهِ، حُسْنُ الصَّوْتِ" (2)

"اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا وہ خوبصورت چہرے والا اور اچھی آواز والا تھا، یہاں تک کہ تمہارے نبی (ﷺ) کو حسین صورت اور حسین آواز دے کر بھیجا۔"

آپ (ﷺ) کی شیریں آواز کا عالم یہ تھا کہ مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے کافر جیسے ابو جہل اور اخنس بن شریک آپ (ﷺ) کے کلام کو چھپ چھپ کر سننا کرتے تھے۔ اس ضمن میں ابن ہشام رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح آپ (ﷺ) کے خطابات کے دوران بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی توجہ سے آپ کے خطاب کو سنتے۔

5۔ جہر الصوت ہونا:

جہر الصوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ کوئی خطیب جہاں خطبہ دے تو تمام حاضرین و سامعین تک اُس کی آواز پہنچے۔ رسول کریم (ﷺ) کی خطابت میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ حضرت سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"كُنَّا نَسْمَعُ قِرَاءَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَأَنَا عَلَى عَرِيْشِي" (3)

"ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ (ﷺ) کو آدھی رات کے وقت کعبہ مکرمہ کے پاس قراءت فرماتے ہوئے

1- ابن عبد البر ابو عمرو یوسف، الاستیعاب فی معرفۃ الاسحاب، مکتبۃ العصریہ، بیروت، 2010ء، جلد 2، صفحہ 19۔
2- محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الفکر، بیروت، 1994ء، جلد 1، صفحہ 254۔
3- البیہقی ابو بکر احمد بن الحسین، دلائل النبوة، المکتبۃ الاشریۃ، سانگلہ ہل، (س۔ن)، جلد 6، صفحہ 257۔

آپ ﷺ کی قراءت کو سن لیا کرتے تھے جب کہ ہم اپنی چھت پر ہوتے تھے۔“
حضرت عبدالرحمن معاذ التیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِمِنَى فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُنَا حَتَّى كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَنَحْنُ فِي مَنَازِلِنَا وَطَفِقَ يُعَلِّمُهُمْ مَنَاسِكَهُمْ حَتَّى بَلَغَ الْجِمَارَ وَضَعَ أَصْبُعِيهِ السَّبَا بَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: بِحَصَى الْحَذَفِ ثُمَّ أَمَرَ الْمُهَا جِرِينَ فَتَزَلُّوا مَقْدَمَ الْمَسْجِدِ أَوْ أَمَرَ الْأَنْصَارَ أَنْ يَنْزِلُوا مِنْ وَرَاءِ الْمَسْجِدِ قَالَ: ثُمَّ نَزَلَ النَّاسُ بَعْدُ" (1)

”حضرت عبدالرحمن معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے منیٰ میں خطاب فرمایا۔ ہم منیٰ میں تھے اور ہماری سماعتیں تیز ہو گئیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ جو فرماتے ہم (صحیح صحیح) سن رہے تھے حالانکہ ہم اپنے مقامات پر تھے۔ آپ ﷺ انہیں حج کے طریقے سکھا رہے تھے حتیٰ کہ جمرہ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو رکھا پھر کنکری چھینک کر بتایا، پھر مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے سامنے والے حصے میں اتریں اور انصار کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے پچھلی طرف اتریں۔ فرماتے ہیں پھر اس کے بعد باقی لوگوں نے بھی پڑاؤ ڈال دیا۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م 230ھ) نے آپ ﷺ کی بلندی آواز کے بارے لکھا ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی جہاں کسی دوسرے کی آواز نہیں پہنچتی تھی۔“ (2)

ان روایات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطاب فرماتے تو آپ ﷺ کی آواز تمام حاضرین تک پہنچتی خواہ ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوتی۔

6- جامعیت کلام:

خطاب میں کلام کا جامع ہونا بلند پایہ خطیب کی علامت ہوتی ہے۔ جامع کلمہ کے بارے میں عربی ادیب جاحظ نے لکھا ہے:

"الْكَلَامُ الَّذِي قَلَّ عَدَدُ حُرُوفِهِ وَكَثُرَ عَدَدُ مَعَانِيهِ" (3)

”وہ کلمہ جس کے حروف کی تعداد کم ہو اور معانی کثیر ہوں جامع کلمہ کہلاتا ہے۔“

1- البیہقی امام احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، دار الفکر، بیروت (س-ن) جلد 5، صفحہ 138-139۔

2- الطبقات الکبریٰ، جلد 2، صفحہ 185۔

3- البیان والتبيين، جلد 2، صفحہ 10۔

جامع کلمات کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ"⁽¹⁾

"مجھے اللہ تعالیٰ نے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جامع کلمات کی اتنی صلاحیت عطا فرمائی کہ نہ صرف آپ ﷺ کے کلمات جامع ہوتے بلکہ آپ ﷺ کے اس اسلوب نے عربوں کے جامع کلمات کو خوبصورت بنایا جیسے اہل عرب کسی قبیلہ کے لوگ کسی وصف میں مساوی ہوتے تو اس کا اظہار اس طرح کرتے:

سَوَاءٌ كَأَسْنَانِ الْحِمَارِ فَلَا تَرَى لِيَذَى شَيْئَةٍ مِنْهُمْ عَلَى نَاشِيَةٍ فَضْلًا

"اس قبیلے میں جو ان اور بوڑھے لوگ فضل میں گدھے کے دانتوں کی طرح برابر ہیں۔"

اسی طرح عیب کے بیان میں اسی تشبیہ کو استعمال کرتے جیسے اس کلمہ میں ہے:

شَبَابُهُمْ وَشَيْبُهُمْ سَوَاءٌ فَهُمْ فِي اللَّوْمِ أَسْنَانِ الْحِمَارِ⁽²⁾

"اس قبیلہ میں جو ان اور زیادہ عمر کے لوگ نحوست میں گدھے کے دانتوں کی طرح ہیں۔"

اسی تشبیہ کو آنحضور ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"النَّاسُ كُلُّهُمْ سَوَاءٌ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ"⁽³⁾

"تمام انسان کنگھی کے دند انوں کی طرح مساوی ہیں۔"

گدھے کے دانتوں اور کنگھی کے دند انوں میں موخر الذکر مشبہ بہ ہر لحاظ سے خوبصورت اور بلیغ ہے۔

محدثین کرام نے آنحضور ﷺ کے بہت سے جامع کلمات نقل کیے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(الف) لَا تَجْلِسُوا عَلَى ظَهْرِ الطَّرِيقِ⁽⁴⁾

"راستے کے درمیان میں نہ بیٹھو۔"

(ب) حُبِّكَ الشَّيْءَ يُعْمَى وَيَصِمُّ⁽⁵⁾

1- بخاری، محمد بن اسماعیل امام، الجامع الصحیح، دار السلام، ریاض، 1999ء، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم الحدیث: 7273

2- الجاحظ، ابو عمرو، البیان والتبيين، جلد 2، صفحہ 12۔

3- الجاحظ، ابو عمرو، البیان والتبيين، جلد 2، صفحہ 12۔

4- ایضاً، صفحہ 14۔

5- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دار السلام، ریاض، 1999ء، کتاب الادب، باب فی الهوی،

رقم الحدیث: 5130

”کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔“

(ج) إِذَا لَمْ تَسْتَحْيَ فَا صُنْعَ مَا شِئْتَ⁽¹⁾

”جب تو حیاء نہ کر تو پھر جو تو چاہے کر۔“

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لِسِحْرًا⁽²⁾

”بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔“

(د) الْمُسْتَشَارُ الْمُؤْتَمَنُ⁽³⁾

”جس سے مشور لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔“

(ح) الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ⁽⁴⁾

”دانا ئی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں وہ پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔“

(و) لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ فِي جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ⁽⁵⁾

”مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔“

7۔ دوران خطابت چہرے کے تاثرات دینا

ایک بلند پایہ خطیب دوران خطابت الفاظ کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے جسم اور خصوصاً چہرے کے تاثرات کا ضرور اظہار کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی دوران خطابت اپنے چہرہ مبارک سے بیان مضمون کے مطابق تاثرات کا اظہار فرماتے۔ دوران خطابت جب آپ ﷺ جوش میں آتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں، آواز گرج دار اور بلند ہو جاتی۔ ایک بار آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور قوت و جبروت کا ذکر فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کی کیا کیفیت تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ الزمر کی آیت 67 منبر پر تلاوت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا:

1- بخاری، محمد بن اسماعیل امام، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باباذا لم تستح فاصنع ما شئت 54، رقم الحدیث: 6120

2- ترمذی، محمد بن عیسیٰ امام، جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی ان من البیان سحرًا، رقم الحدیث 2028

3- ایضاً، ابواب الادب، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، رقم الحدیث: 2823

4- ابن ماجہ، محمد بن یزید امام، السنن، دارالسلام، ریاض، 1999ء، ابواب الزهد، باب الحکمة، رقم الحدیث: 4169

5- ایضاً۔ ابواب الفتن، باب العزلة، رقم الحدیث: 3982

"يَأْخُذُ الْجَبَّارُ سَمَاوَاتِهِ وَآرَضِهِ بِيَدِهِ وَقَبْضَ يَدِهِ، فَجَعَلَ يَقْبِضُهَا وَيَسْطُهَا ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ قَالَ: وَيَتَمَا يُلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى الْمَنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ: أَسَاقِطُ هُوَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟" (1)

”اللہ جبار زمین و آسمان کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ نبی ﷺ اپنے ہاتھوں کو آگے پیچھے لے جا کر حرکت دیتے ہوئے کہنے لگے کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبر کرنے والے لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے لوگ؟ اس دوران رسول اللہ ﷺ دائیں بائیں جھکتے، اس وقت میں نے منبر کی طرف دیکھا کہ جیسے نیچے کوئی چیز حرکت کر رہی ہے اور میں کہنے لگا کہ آپ ﷺ نیچے ہی نہ گر جائیں۔“

امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت ہے جس میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّتْ غَضَبُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ: صَبَّحَكُمْ مَسَاكُمُ وَيَقُولُ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةِ كَهَاتَيْنِ" (2)

”رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہوتی اور جوش زیادہ ہوتا اور یوں لگتا جیسے آپ ﷺ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح و شام میں حملہ کرنے والا ہو۔ اور فرماتے: میں اور قیامت ان انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ چہرے کے تاثرات کے علاوہ دوران خطبہ جہاں ضروری سمجھتے اپنے ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے۔“

مسند احمد کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ:

”ایک خطبہ کے دوران آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

1- ابن ماجہ، السنن، ابواب الزہد، باب ذکر البعث، رقم الحدیث: 4275۔ مسند امام احمد میں یہ روایت یوں ہے: (هُكَذَا بِيَدِهِ وَيَحْرَكُهَا يَقْبِلُ بِهَا وَيُدْبِرُ يَمَجِدُ الرَّبَّ نَفْسَهُ، أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْعَزِيزُ، أَنَا الْكَرِيمُ فَرَجَفَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَنْبَرُ حَتَّى قُلْنَا لَيْسَ خَيْرُنَا بِهِ) احمد بن حنبل امام، المسند، (رقم الحدیث: 5414)، دار صادر، بیروت، (ت۔ن)، جلد 2، صفحہ 72۔

2- مسلم بن الحجاج امام، الجامع الصحیح، دار السلام، ریاض، 1999ء، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة والخطبة، رقم الحدیث: 2005ء

"إِنَّ الْفِتْنَةَ هُهْنًا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي الْمَشْرِقَ" ⁽¹⁾

”فتنہ یہاں سے ہو گا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے یعنی مشرق سے۔“

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے آخر میں آپ ﷺ نے جب کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کے بارے میں حکم دینے کے بعد اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:

"فَقَالَ يَا صَبِغَةَ السَّبَابَةِ، يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَكْتُبُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ،

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ" ⁽²⁾

”اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔ آپ ﷺ نے یہ کلمہ تین بار دہرایا۔“

8۔ مواد خطبہ کو قصیر یا طویل کرنا

خطیب کا یہ کمال بھی ہوتا ہے کہ وہ موضوع کے مطابق اپنے خطبہ کو مختصر کرے یا طویل۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبات کو دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ موقع محل اور موضوع کی ضرورت کے مطابق اپنا مواد خطبہ کم کرتے یا طویل۔

اس ضمن میں معروف ادیب جاحظ نے لکھا ہے:

"خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ: حَمْدَ اللَّهِ وَأَثْنِي

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ لَكُمْ مَعَالِمَ فَانْتَهُوا إِلَى مَعَالِمِكُمْ، وَإِنَّ لَكُمْ نَهَايَةً

فَا نْتَهُوا إِلَى نَهَائِيَّتِكُمْ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ: بَيْنَ عَاجِلٍ قَدْ مَضَى لَا يَدْرِي

مَا اللَّهُ صَانِعٌ بِهِ، وَبَيْنَ آجِلٍ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِي مَا اللَّهُ قَاضٍ فِيهِ، فَلْيَأْخُذِ الْعَبْدُ

مِنْ نَفْسِهِ لِنَفْسِهِ، وَ مِنْ دُنْيَاهُ لِآخِرَتِهِ، وَمِنْ الشَّيْءِ قَبْلَ الْكِبَرَةِ، وَمِنْ الْحَيَاةِ قَبْلَ

الْمَوْتِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ، وَلَا بَعْدَ

الدُّنْيَا مِنْ دَارٍ، إِلَّا الْجَنَّةُ أَوِ النَّارُ" ⁽³⁾

”آپ ﷺ نے دس کلمات پر مشتمل خطبہ ارشاد فرمایا: آپ ﷺ نے اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارے لیے علامات ہیں تم ان علامتوں کی طرف چلو۔ تمہارے لیے انتہائیں ہیں تم اپنی انتہا کی طرف چلو۔ بے شک بندہ مومن دو خوفوں کے درمیان ہے۔ ان میں ایک آجل جلد آنے والی ہے

1- مسند احمد، رقم الحدیث: 6249، جلد 2، صفحہ 140۔

2- صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الحجۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث: 2950

3- البیان والتبيين، ج 1، ص: 205۔

جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ ایک اجل ہے جو باقی ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا کیا فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات میں سے اپنی ذات کے لیے لے لے اور دنیا سے آخرت کے لیے حصہ بنائے۔ اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی آخرت کے لیے حصہ بنائے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے موت کے بعد رضا طلب کرنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔ میں نے یہ بات کہہ دی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔“

آپ ﷺ کے طویل خطبہ کے بارے حضرت ابو زید عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجَرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَتَزَلَّ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا" (1)

”ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے، نماز ادا کی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے خطبہ کو جاری رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس دوران آپ ﷺ نے جو کچھ پہلے ہوا اور جو آئندہ ہونے والا تھا سب کچھ بتا دیا۔ ہم نے یہ سب کچھ جان لیا اور اُسے یاد بھی کر لیا۔“

گویا یہ خطبہ اتنا طویل تھا کہ اس خطبہ کے دوران آپ ﷺ نے مسلسل تمام نمازیں وقفہ ڈال کر ادا فرمائیں اور نماز سے فارغ ہوتے ہی سلسلہ کلام کو وہیں سے شروع فرماتے جہاں سے آپ چھوڑتے تھے۔ اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع بھی آپ ﷺ کے طویل خطبہ کی ایک مثال ہے۔

9۔ سہل انداز کلام

حضور اکرم ﷺ کے خطبات کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان خطبات میں آپ ﷺ سہل انداز کلام کو اختیار فرماتے اور کسی شخص کو بھی سمجھنے میں دقت پیش نہ آتی، بلکہ وہ آپ ﷺ کی باتوں کو باسانی ذہن نشین کر لیتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

"مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هَذَا وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ يُبَيِّنُهُ، فَصَلَّ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ" (1)

”آپ ﷺ کی گفتگو میں لوگوں کی طرح لگا تار اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا جو پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے۔“

اسی طرح صحیحین میں روایت ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو اپنے کلام کو تین بار دہراتے تاکہ سننے والوں کو اچھی طرح سمجھ آجائے۔ آپ ﷺ کی گفتگو کو جو بھی سنتا، یاد کر سکتا تھا، بلکہ آپ ﷺ کے الفاظ کو شمار بھی کیا جاسکتا۔“

10- عصری مسائل کا بیان

ایک اعلیٰ خطیب کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے خطبات چند موضوعات پر محیط نہیں رکھتا بلکہ اس کے موضوعات خطبہ میں تنوع ہوتا ہے جس سے اس کی وسعت علمی کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے جب خطبات پر نظر کی جاتی ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ موضوعات کی جتنی اقسام آپ ﷺ کے خطبات میں ہیں، دنیا کے کسی اور خطیب میں نہیں۔ مزید حسن یہ کہ خطبہ میں موجود احکام پر پہلے خود عمل کرنا آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس خطبہ کا ہر جملہ ایک موضوع خطبہ ہے اور پچاس سے زائد موضوعات کا اس خطبہ میں بیان ہے۔ نیز مسائل بھی وہ جن کا تعلق اس عہد اور معاشرے کے مسائل سے تھا۔ آپ ﷺ کے موضوعات عہد جاہلی کے رسمی اور روایتی موضوعات سے بالکل جدا ہیں۔

11- لوگوں کی علمی لیاقت و شعور کے مطابق گفتگو کرنا

خطابت نبوی کا حسن کمال تھا کہ آپ ﷺ کبھی سامعین کی سمجھ سے بالا کوئی بات نہ فرماتے، حالانکہ آپ ﷺ دنیا میں تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "أَمَرْتُ / أَمَرْنَا أَنْ أُخَاطَبَ / نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ" (2) ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق خطاب کروں۔“

1- جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب قول عائشة ما كان يتكلم بكلام بنيه، رقم الحديث: 3639

2- الديلمی ابو شجاع شیروہ بن شہردار، الفردوس بما ثور الخطاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء ج 1، ص: 399

آپ ﷺ کی خطابت کا یہ حسن بھی تھا کہ آپ ﷺ نے عام گفتگو کے علاوہ بالخصوص اپنے خطبات میں کبھی غیر مہذب گفتگو، فحش کوئی، بدکلامی اور گالی نہیں دی۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَعْطِيَ عَبْدٌ شَيْئًا شَرًّا مِنْ طَلَاقٍ لِسَانِهِ" ⁽¹⁾

"انسان کو زبان کی تیزی سے بڑھ کر کوئی بُری چیز نہیں دی گئی۔"

12۔ فن خطابت کی اصلاح

رسول اکرم ﷺ نہ صرف دنیا کے ایک عظیم خطیب تھے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے دور کے خطبا کی خطابت میں موجود چند معائب کی بھی نشاندہی کرنے کے علاوہ اُن کی اصلاح کی۔ جیسے جاہلی دور کے خطبا کا ایک فن یہ بھی تھا کہ وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرتے اور دوران خطابت باجھیں کھولتے اور اپنے ہونٹوں کو لٹکانے میں بہت مبالغہ سے کام لیتے۔ ان قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يُغْضُ الْبَلِيعَ مِنَ الرَّجَالِ الَّذِي يَتَحَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَحَلُّلَ الْبَا قِرَةٍ بِلِسَانِهَا" ⁽²⁾

”بے شک اللہ بہت ترپڑ باتیں کرنے والے لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح پھراتے ہیں جیسے گائے (گھاس کھانے میں) چڑچڑ کرتی ہے۔“

یعنی بے سوچے سمجھے جوجی میں آتا ہے بکے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا:

"إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَحَاسِنُكُمْ أَحْلَاقًا وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَسَاوِيَكُمْ أَحْلَاقًا التَّرَثَارُ وَالْمُتَفَيِّهُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ" ⁽³⁾

العجلوانی شیخ اسما عیل بن محمد، کشف الخفاء و مزیل الالباس، مكتبة العلم الحديث، دمشق، 2001ء، ج 1، ص: 226

1- قرطبی، محمد بن احمد امام، تفسیر الجامع لا حکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1966ء، ج 12، ص 281

2- سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی التشدیق فی الکلام، رقم الحدیث: 5005

3- احمد بن حنبل امام، المسند، رقم الحدیث: 17895، 17884، ج 4، ص: 193

”میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں سب سے زیادہ قریب اچھے اخلاق والے لوگ ہوں گے۔ اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور آخرت میں سب سے زیادہ دُور وہ لوگ ہیں جو بد اخلاق، بیہودہ گو، پھیلا کر لمبی بات کرنے والے اور بہت منہ پھلا کر تکلف کے ساتھ باتیں کرنے والے ہوں گے۔ اسی عیب کے بارے جاحظ نے آپ ﷺ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے:

”نَهَى الرَّسُولُ ﷺ وَيَقُولُهُ آيَايَ وَالْتِسَادُ“⁽¹⁾

”رسول اللہ ﷺ نے تشادق یعنی باچھیں کھول کھول کر خطابت سے منع فرمایا ہے۔“

بہر حال جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منصب نبوت کا خاتم بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا اسی طرح دیگر تمام اوصاف میں بھی آپ ﷺ کو خاتم بنایا۔ اور یوں آپ ﷺ خاتم الخطباء بھی قرار پاتے ہیں۔ خطابت نبوی کے کمالات کا بیان علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م 544ھ) نے بڑے خوبصورت الفاظ میں اس طرح کیا ہے:

وَأَمَّا فَصَاحَةُ اللِّسَانِ وَبَلَاغَةُ الْقَوْلِ فَقَدْ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ بِالْمَحَلِّ الْأَفْضَلِ وَالْمَوْضِعِ الَّذِي لَا يُجْهَلُ سَلَاَسَةً طَبْعٍ وَبَرَاةً مَنْرَعٍ وَابْجَازَ مَقْطَعٍ وَنَصَاعَةً لَفْظٍ وَجَزَالَةً قَوْلٍ وَصِحَّةً مَعَانٍ وَقَلَّةً تَكْلُفٍ أُوتِيَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَخُصَّ بِبَدَائِعِ الْحِكْمِ وَعُلِّمَ أَلْسِنَةَ الْعَرَبِ فَكَانَ يُخَاطِبُ كُلَّ أُمَّةٍ مِنْهَا بِلِسَانِهَا وَيُحَاوِرُهَا بِلُغَتِهَا وَيُبَارِيهَا فِي مَنْرَعِ بَلَاغَتِهَا حَتَّى كَانَ كَثِيرٌ مِنْ أَصْحَا بِهِ يَسْتَأْذِنُهُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ عَنْ شَرْحِ كَلَامِهِ وَتَفْسِيرِ قَوْلِهِ مَنْ تَأَمَّلَ حَدِيثَهُ وَسِيرَهُ عَلِمَ ذَلِكَ وَتَحَقَّقَهُ وَلَيْسَ كَلَامُهُ مَعَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ وَأَهْلِ الْحِجَازِ وَنَجْدٍ كَكَلَامِهِ مَعَ ذِي الْمِشَارِ الْهَمْدَانِي وَطُفَهَةَ النَّهْدِيِّ وَقَطَنَ بْنِ حَارِثَةَ الْعُلْبَيْسِيِّ وَالْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْكِنْدِيِّ وَغَيْرِهِمْ مِنْ إِقْبَالِ حَضَرَ مَوْتَ وَمَلُوكِ الْيَمَنِ⁽²⁾

”نبی کریم ﷺ فصاحت و زبان اور بلاغت کلام میں ایسے بلند اور ارفع مقام پر فائز تھے جہاں سلاست طبع، فصا

1- البیان والتبيين، ج 4، ص: 19

مجد الدين ابن الاثير، النهاية في غريب الحديث بذييل لفظ تشدق، مؤسسة اسماعيليان، قم،

ایران، 1394ء، ج 2، ص: 453-

2- عیاض قاضی، الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج 1، باب 2، فصل 5، ص: 44-

حت کاملہ، ایجاز، موزوں الفاظ کا انتخاب، جزالت کلام، قلت تکلف اور صحت معانی کی ہر خوبی موجود تھی۔ پھر آپ ﷺ کو جو امع الکلم بھی عطا کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب کی تمام زبانیں سکھادیں تھیں اور آپ ﷺ ہر قوم کے محاورے اور روزمرہ کا استعمال فرماتے۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کلام کی شرح دریافت کرنا پڑتی اور آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کی توضیح و تشریح کے خواستگار ہوتے۔ منقول ہے کہ آپ ﷺ کا کلام اس وقت مختلف نوعیت کا ہوتا جب آپ ﷺ ذی الشعار ہمدانی، طہفۃ النہدہ، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس اور وائل بن حجر الکندی کے ساتھ گفتگو فرماتے، جو حضر موت اور یمن کے رؤسا میں سے تھے۔“

خطابت نبوی ﷺ کے بارے میں علامہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1921ء) کا یہ شعر بہت خوبصورت اور جامع ہے:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں⁽¹⁾

خطابت نبوی کے ان محاسن کی وجہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے چار عناصر ترکیبی کی نشاندہی فرمائی جن میں دو وہی اور دو اکتسابی ہیں۔ ’وہی‘ سے مراد آپ ﷺ کی فطری جامعیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم قرآن ہے اور اکتسابی سے مراد آپ کا تعلق قبیلہ قریش⁽²⁾ سے ہونا اور بنو سعد اور دیگر قبائل میں تربیت پانا ہے۔ عصر حاضر کی خطابت سننے اور اس کے مشاہدہ سے یہ واضح ہوتا کہ آج کے بیشتر خطباء میں بہت سی خامیاں موجود ہیں جن میں کم علمی، بدزبانی، گالی گلوچ، شادق یعنی باچھیں کھول کھول کر تقریر کرنا اور محدود موضوعات

1- احمد رضا خاں بریلوی علامہ، حدائق بخشش، فرید بک سٹال، لاہور، (ت۔ن)، ج 1، ص: 38۔

2- ابن کثیر حافظ عماد الدین، البدایہ والنہایہ، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور، 1984ء، ج 2، ص: 202۔

علامہ ابن کثیر کی روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قریش کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو اپنی طاقت اور قوت کے باعث دوسرے تمام جانوروں پر غالب رہتا ہے، ہر جانور پر اسے مکمل اختیار ہوتا ہے جسے چاہتا ہے فنا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کھا جاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنا دل بہلانے کے لیے چھوڑ دیتا ہے، سب پر حاکم اور غالب ہوتا ہے لیکن اس پر نہ تو کوئی حاکم ہو سکتا ہے اور نہ کوئی غالب۔ اسی طرح قریش عرب کا وہ خاندان ہے جس کی شجاعت و بہادری، جو انمردی، لسانی برتری اور عزت و احترام کی خاطر اس کا نام ”قریش“ رکھا گیا، اس ضمن میں شمر بن عمرو حمیری کا یہ شعر بھی پیش کیا جاتا ہے:

وَقُرَيْشٌ هِيَ الَّتِي تَسْكُنُ الْبَحْرَ بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشَاءَ
تَأْكُلُ الْغَنَاءَ وَالسَّعَمَ وَلَا تَتْرُكُنَّ جَنَاحَيْنِ رِيشَاءَ
هَكَذَا فِي الْبِلَادِ حَتَّى قُرَيْشُ يَكْلُونُ الْبِلَادَ أَكَلًا كَمِيشَا

اہم ہیں۔ بایں وجہ آج ہمارے معاشرے میں خطیب کو وہ مقام نہیں مل سکا جو عرب معاشرے میں خطیب کو حاصل تھا۔ مزید برآں ان کی دعوت و تبلیغ کا اسلام میں وہ اثر بھی نہیں جو ہونا چاہیے۔